موپاساں اور منٹو کے افسانوی کرداروں میں مماثلت

ریاض قدیر*

ڈاکٹر عقیلہ شاہین**

Abstract:

French short Story Writer Guy De Maupassant and Saadat Hassan Manto have been considered to be the wirters of all ages. They belonged to two different Countries with extremely divergent social and culutral background, yet there is amazing resemblance between thier themes and characters. Both have a wide range of variegated characters in their short stories belonging to all spheres of life. Through magnificent female characters, they have challanged the double standards of male dominant society. Why is it so that it is always a woman that sacrifices and suffers anguish at teh hand of those she serves with utter meticulousness and scrupulousness.? Manto and as well Maupassant has created some of the strongest female characters in LIterature. One finds exquisite amusement in the analogy revealed at all levels of characterization in the short stories of the two impeccable men and outstanding writers of the world.

فرانسیسی ادب کا آغاز تیرھویں صدی میں فن تاریخ نگاری سے ہوا۔مختلف شعری اور نثری اصناف ڈرامہ، گیت، Miracle Plays اور ناول نگاری کا فرانسیسی ادب کی ترقی و ترویج میں اہم کردار ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

** صدر شعبہ اُردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

موپاساں (اگست ۱۸۵۰ء۔ جولائی ۱۸۹۳ء) کی پیدائش کا زمانہ سیاسی ابتری اور سماجی استحصال کا دور ہے۔ ۱۸۴۸ء میں بادشاہ لوئس کی حکومت کا خاتمہ، عام انتخابات، بورژوائی ری پبلکن کی کامیابی، Luxemburg کمیشن اور نیشنل ورک شاپس کا خاتمہ، مزدوروں کے حقوق کی پامالی، مظاہرے، ۱۸۵۱ء میں نپولین کا اسمبلی توڑ کر بادشاہ بننا اور ۱۸۵۲ء کے آمریت نما آئین کا نتیجہ عوامی اضطراب کی شکل میں سامنے آیا۔

"Empire e est la paix".(1)

(The Empire is for peace)

کا نعرہ لگانے والے نپولین نے اہل فرانس کو تین جنگوں میں دھکیل دیا۔ اس نے ۱۸۵۴ء میں روس، ۱۸۵۹ء میں آسٹریا اور ۱۸۷۰ء میں پروشیا سے جنگ کی۔ چنانچہ اہل قلم نے زمینی حقائق اور مرورِ زمانہ کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ جو پہلے 'Le Realisme' یا حقیقت پسندی اور پھر 'Naturalism' کی تحریک بن کر ابھری۔ فلابیئر (۱۸۲۱ء۔۱۸۸۰ء) کو فرانس میں حقیقت پسندی کی تحریک کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ ایملی ذولا (۱۸۴۰ء۔۱۹۰۲ء) Naturalism کا 'Priest' کہلایا۔ موپاساں فلابئیر کا منہ بولا بیٹا تھا۔ اس کی ادبی تعلیم وتربیت میں سب سے اہم موڑ وہ تھا جب فلابیئر نے اسے مختصر ترین الفاظ میں اپنی بات کہنے کا فن سکھایا۔ اس کے فن میں ذولا کے اثرات بھی واضح نظر آتے ہیں۔ موپاساں کی اپنے نام سے چھپنے والی پہلی کہانی 'Boul de Suif' بھی ذولا کے ساتھ مشترکہ افسانوی مجموعے 'Les Soirees de Medem' (۱۸۸۰ء) میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ موپاساں نے اپنے ادبی کیرئیر کے دوران (۱۸۸۰ء۔۱۸۹۰ء) چھ ناول اور تین سو افسانے (سولہ افسانوی مجموعے) تحریر کیے۔ جو اس کی زندگی میں ہی چھپ گئے تھے۔

جب کہ سعادت حسن منٹو (مئی ۱۹۱۲ء۔ جنوری ۱۹۵۵ء) کی تخلیقی شخصیت میں Inspiration کے بڑے ستون باری علیگ، وکٹر ہوگو، آسکر وائلڈ، چیخوف اور موپاساں کے افکار، نظریات اور تصانیف ہیں۔ منٹو کے لیے فیض کشی کے سرچشموں میں سب سے بڑھ کر باری علیگ کو سمجھا جاتا ہے۔ جو اپنے دور کے بڑے دانش ور، اشتراکی ادیب، جرنلسٹ اور مؤرخ ہیں، جن کے قلم سے 'انقلاب فرانس' جیسی تصنیف تحریر ہوئی اور جنہیں منٹو نے اپنا 'رہنما اور گرو' کہا۔ گو امرتسر میں منٹو کے کمرے دارالاحمر میں وکٹر ہوگو کی کتاب "The Last Days of the Condemned" کی کاپی پہلے ہی سے تھی جو اس نے باری علیگ کو پڑھنے کے لیے دی مگر یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ منٹو نے یہ ترجمہ انہی کی تحریک پر 'سرگشتِ اسیر' کے نام سے کیا تھا۔ اس طرح منٹو کا اوائل عمر ہی

سے فرانسیسی ادب سے شغف ثابت ہوتا ہے۔

منٹو نے ہمایوں کا فرانسیسی ادب نمبر برائے ستمبر ۱۹۳۵ء مرتب کیا۔ اس میں عظیم اور نامور ادیبوں اور دانشوروں پر منٹو کی درج ذیل تخلیقات چھپیں۔

1۔ انیسویں صدی کے مشہور فرانسیسی انشاء پرداز (مضمون)

2۔ والٹیر (مضمون)

3۔ موپاساں اور ٹالسٹائے کا نظریہ فنون (مضمون)

4۔ وکٹر ہوگو اور مسئلہ سزائے موت (مضمون)

5۔ وکٹر ہوگو کی چند نظمیں جن کا ترجمہ منٹو نے کیا (ترجمہ)

i۔ لوری

ii۔ نقاب کشائی

iii۔ محبت

iv۔ اگر میرے اشعار کے پر ہوتے

v۔ عوام کا تحمل

6۔ ایک گیت ۔۔ از گوئٹے (ترجمہ)

7۔ آنسو ۔۔ از پال ورلین (ترجمہ)

فرانسیسی ادب نمبر میں منٹو نے اپنے مضمون ''فرانسیسی انشاء پرداز'' میں عظیم فرانسیسی نثر نگاروں کا تذکرہ کیا ہے۔ خاص طور پر منٹو بادلئیر، پال ورلین، آگسٹن، سین بو، بالزاک، فلابیئر، ذولا، گوئٹے کے افکار، ذہنی رجحان اور خصوصیات سے دل چسپی اور مطابقت حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ اس رسالے میں منٹو کا ایک اہم مضمون '' موپاساں اور ٹالسٹائے کا نظریۂ فنونِ لطیفہ'' ہے۔ غالباً موپاساں فرانس کا سب سے بڑا افسانہ نگار ہے جس کی آنکھ کا طاقت ور Lens زندگی کے آر پار دیکھ لیتا ہے اور جس سے انسانی فطرت و کردار کے تمام گوشے ہشت پہلو نظر آتے ہیں، موپاساں اپنے افسانوی ادب میں زندگی سے الگ تھلگ کھڑا ہو کر اسے معروضیت کے ساتھ پیش کرتا ہے جو اس کا خاص وصف ہے گویا منٹو موپاساں کے بہت قریب ہے۔

ممتاز شیریں کے بقول!

''زندگی اور انسان پر انسان کے وحشیانہ ہیجانی جذبات کو عریاں کرنے اور اپنی تحریروں

سے دھچکا پہنچانے میں منٹو کا رویہ موپاساں کی طرح سادی (Sadist) ہے''۔(۲)

منٹو نے موپاساں کے بارے میں لکھا کہ

''وہ ایک صاحبِ طرز ادیب ہے جس کے آرٹ کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ نیکی کو بدی پر ترجیح نہیں دیتا نہ ہی وہ ایک کردار کو دوسرے کردار پر برتری بخشتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی حکایت بیان کرتے ہوئے درمیان میں ٹھہر کر زندگی کے معنی پر بحث کرنا شروع کر دیتا ہے، دراصل اس کا مقصد، مقصد وحید اپنے مشاہدات بیان کرنا ہے، اس کی طرزِ نگارش بہت سادہ مگر پر معنی ہے وہ پھیکے سے پھیکا لفظ بھی استعمال میں لے آئے گا اگر وہ اس کی تصویر میں صحیح نقش کا کام دے سکتا ہے''۔(۳)

اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو منٹو کی موپاساں کے بارے میں جو رائے ہے وہی رائے اردو ادب کے نقاد مثلاً ممتاز شیریں، وارث علوی، انیس ناگی اور مبین مرزا منٹو کے بارے میں دیتے ہیں۔ موضوعات کی رنگارنگی، نیکی و بدی کا فلسفہ، کردار نگاری، کہانی پن اور مشاہدات کا بیان کافی حد تک منٹو جیسا ہے یہ وہی آئینہ ہے جس میں منٹو کی تصویر دکھائی دیتی ہے، اور غالباً منٹو نے بھی اس آئینے میں اپنا عکس مندرجہ بالا رائے قائم کرنے سے قبل دیکھا تھا۔

ایک فن کار کی تحریر اس کے ماحول، سماج، معاش، معاشرت، تہذیب، ثقافت اور سوانحی حالات کی ملی جلی تصویر ہوتی ہے۔ کہیں ایک رنگ غالب آ جاتا ہے تو کہیں دوسرا۔ اس کا انحصار اس امر پر ہے کہ مصنف نے اپنی زندگی میں کس چیز سے کیا اثر قبول کیا اور اسے اس کے اظہار کا کس حد تک موقع ملا۔ ایک افسانہ نگار کے لیے سماجی و معاشرتی سچائیوں کو مِن وعن بیان کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت منٹو اور موپاساں پر بھی صادق آتی ہے۔ جنھوں نے اپنے اپنے دور اور معاشرے میں کسی ماہر طبیب کی طرح ہر قسم کے معاشرتی و سماجی عوارض کی تشخیص کی۔ اس سلسلے میں ان کے افسانوی موضوعات، پلاٹ کنسٹرکشن اور خاص طور پر کردار نگاری کی اہمیت مسلمہ ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے تخلیق کیے ہوئے کرداروں میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔

کہانی کا مرکز ومحور انسانی زندگی ہے اس لیے کرداروں اور کردار نگاری کو دیگر اصناف ادب کی مانند افسانہ نگاری میں بھی اہم ترین عنصر گردانا جاتا ہے۔ افسانہ نگار اپنے کرداروں کی تخلیق، ظاہری و باطنی شخصیت اور نفسِ انسانی کی عمیق و دقیق کیفیات کے مطالعے کے ذریعے کرتا ہے۔ افسانوی کرداروں کا باہمی رشتہ افسانے کی فضا اور ان کی آپس میں آمیزش سے متعین ہوتا ہے جس سے افسانوی اور حقیقی کرداروں میں فرق نظر آتا ہے۔ ایک کردار جب افسانے کے اندر داخل ہوتا ہے تو وہ کچھ اور ہوتا ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو کچھ اور۔ لیکن پہلے اور بعد کی صورت حال کے درمیان ایک ربط ہونا اشد ضروری ہے۔

ڈرامے اور ناول کے کرداروں کی طرح افسانوی کردار بھی Round, Flat یا Stereo Type ہو سکتے ہیں۔اس بنیاد پر مختلف تہذیبوں،ثقافتوں اور ادوار کے افسانہ نگاروں کے تخلیق کردہ کرداروں کے درمیان مماثلت پائی جاتی ہے۔ایسی ہی ایک صورت حال موپاساں اور منٹو کے افسانوی کرداروں کے درمیان دکھائی دیتی ہے۔جو منٹو اور موپاساں کے افسانوں کے مطالعے سے واضح ہو جاتی ہے۔دونوں افسانہ نگاروں نے اپنے اپنے سماج کی تصویر کشی کی اور اپنے اردگرد پائے جانے والے کرداروں کو اپنے افسانوں کا حصہ بنایا۔دونوں افسانہ نگاروں کی کردار نگاری میں کئی پہلو مشترک ہیں۔جن کا اس مختصر مضمون میں تخصیصی مطالعہ کیا گیا ہے۔

ایک طوائف ہونے کے باوجود راشیل (FIFI/غیرت) موپاساں کا زندہ وجاوید کردار ہے،اس کے دل میں اپنے ملک کے دشمن کے لیے شدید نفرت ہے۔یہ نفرت اس وقت لاوا بن جاتی ہے جب دشمن فوجی فرانس اور فرانس کی عورتوں کو اپنی ملکیت کہہ کر فرانسیسیوں کی تذلیل کرتے ہیں۔چنانچہ غیرت اور ہتک کے جذبات سے مغلوب ہو کر وہ FIFI کا گلا کاٹ دیتی ہے۔یہی جرأت،مضبوطی اور نفرت منٹو کی سراج اور سوگندھی کے اندر نظر آتی ہے۔سیٹھ کے''اوں ہوں'' کہنے سے ہتک کے احساس کے ساتھ ہی سوگندھی کے اندر نفرت کا اَلاؤ جل اٹھتا ہے۔وہ مادھو کی درگت بناتی ہے۔

> ''سوگندھی کے بچے تو آیا کس لیے ہے یہاں؟۔تیری ماں رہتی ہے جو تجھے پچاس روپے دے گی۔کمینے،کتے مجھ پر رعب گانٹھتا ہے،میں تیری دبیل ہوں کیا؟۔بھیک منگے تو اپنے آپ کو سمجھ کیا بیٹھا ہے؟۔۔۔میں پوچھتی ہوں تو ہے کون؟۔۔۔۔چور یا گٹھ کترا۔۔۔؟ بلاؤں پولیس کو؟۔''(۴)

راشیل اور سوگندھی کی تخلیق موپاساں اور منٹو کی طرف سے مردانہ حاکمیت کے حامل سماج کے خلاف چیلنج ہے۔ایسے معاشرے میں عورت پر ظلم ہوتا ہے۔عورت کو بحیثیت بیٹی،بہن،بیوی اور ماں غرض ہر عمر،ہر مرحلے اور ہر دور میں قربانی دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ہر معاشرے کا رواج اور ہر زمانے کا چلن مرد کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔اسے عورت پر ہر طرح کا ظلم کرنے کا اختیار دیتا ہے۔جو عورت صدیوں سے سہتی آ رہی ہے۔اس کی فریاد اسی کے حلق میں دب کر رہ گئی۔اس گھٹن میں انتقام کا لاوا ابلتا ہے اور اس میں مادھو اور فی فی جیسے مرد راکھ کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔سوگندھی کے انتقام کا دائرہ راشیل کے انتقام کی نسبت زیادہ وسیع کینوس پر پھیلا ہوا ہے۔راشیل مرد کا جسمانی قتل کرتی ہے۔جب کہ سوگندھی مرد کے روحانی قتل کی مرتکب ہوتی ہے۔وہ مرد کی ذات اور وجود کی نفی کر دیتی ہے۔اس کا انتقام ایک خارش زدہ کتے کی مرد پر فوقیت کی صورت میں نکلتا ہے۔

> ''سوچ بچار کے بعد جب اپنا دل پرچانے کا کوئی طریقہ نہ ملا تو اس نے اپنے خارش

زدہ کتے کو گود میں اٹھایا اور ساگوان کے چوڑے پلنگ پر اسے پہلو میں لٹا کر سوگئی''۔(۵)

راشیل کا ہم پلہ منٹو کا ایک اور کردار سراج ہے۔ جو کہ مرد کی بے وفائی کو اپنے لیے ذلت تصور کرتے ہوئے اس سے بدلہ لینے کے لیے گھر سے نکل پڑتی ہے۔ جہاں اسے بہت مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔حتیٰ کہ جسم فروشی کے اڈے پر بھی اپنے آپ کو آلودہ ہونے سے بچائے رکھتی ہے۔اس کی شخصیت مردوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ کسی مرد کو اپنی طرف ہاتھ نہیں بڑھانے دیتی۔ وہ اپنے تحفظ کے لیے طرح طرح کے طریقے استعمال کرتی ہے۔منٹو نے سراج کی شکل میں ایک بے پناہ قوت کا حامل کردار تخلیق کیا ہے۔

''سالی کا مستک پھرلا ہے، بڑی جھگڑالو ہے۔ ہر پسنجر سے لڑتی ہے۔۔۔۔کل ایک پسنجر کو کاٹ کھایا۔۔۔۔بس دھمال مچ جاتی ہے۔ مارا ماری شروع کردیتی ہے۔ آدمی شریف ہو تو بھاگ جاتا ہے۔۔۔۔۔۔یا موالی ہو تو آفت''۔(۶)

آخر کار اپنے عاشق سے بے وفائی کا بدلہ لے کر دم لیتی ہے۔اپنے مجرم کو ڈھونڈ کر اس کے ساتھ وہی سلوک کرتی ہے جو اس نے اس کے ساتھ کیا تھا۔موپاساں کی راشیل اور منٹو کی سراج گو کہ دو مختلف معاشروں سے تعلق رکھنے والے کردار ہیں۔مگر ان کے اجزائے ترکیبی ایک سے ہیں۔راشیل نڈر، مضبوط اور بے باک ہے۔اپنی توہین برداشت نہیں کرتی۔اسے اپنے مجرم کو سزا دے کر ہی سکون ملتا ہے۔اسی طرح سراج اپنے مجرم کی تلاش اور اس سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتی ہے۔ وہ بنیادی طور پر طوائف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور بے وفائی اسے بازار جا بیٹھنے پر مجبور کرتی ہے۔اپنا مقصد پورا ہونے پر وہ بازارِ حسن کو خیرآباد کہہ کر چلی جاتی ہے۔ایسے ہی راشیل بازارِ حسن کو چھوڑ کر ایک فوجی سے شادی کر کے عزت کی زندگی بسر کرنا شروع کردیتی ہے۔موپاساں کی راشیل اور منٹو کی سوگندھی اور سراج پر G.B.Shaw کی ہیروئینوں کا گماں ہوتا ہے۔اس کے ڈرامے 'Major Barbra' کی مرکزی کردار میجر باربرا اور 'The Apple Cart' کی کوئین میگنم راشیل، سوگندھی، موذیل اور سراج کی طرح مضبوط اور توانا کردار ہیں۔ جو معاشرے میں مرد کی بالادستی کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے زندہ وجاوید ہوگئے ہیں۔

موپاساں نے اپنے کرداروں کی روح کے اندر اتر کر ان کے دکھ درد کو محسوس کیا ہے۔مثال کے طور پر اس کے افسانوں کی طوائف کی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے پیچھے بے شمار تشنہ آرزوئیں، نفسیاتی الجھنیں اور کشمکش ہے۔اس نے عورت کے اندر نفسیاتی اقدار کا سراغ لگایا ہے کہ جسم فروشی کرنے والی کچھ عورتیں شرفاء کی عورتوں سے زیادہ حساس، ہمدرد، مہذب اور وفادار ہوتی ہیں۔جیسے اس کے افسانے 'Ball of Fat' کی طوائف الزبتھ ہے، جو

اتنی غیرت مند ہے کہ ملک کے دشمنوں کو اپنے جسم کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی کہ یہ سب کچھ اس کے ملک اور اس کے ہم وطنوں کی امانت ہے، شرفاء کی عورتیں اس پر کیچڑ اچھالتی ہیں، پھر مشکل وقت آنے پر، اسے یسوع مسیح کی مثال دے کر قربانی دینے کے لیے کہتی ہیں تو وہ فوراً تیار ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر کا انسان ہمدرد ہے وہ بگھی کے سب فاقہ زدہ مسافروں کو اپنا سارا کھانا کھلا دیتی ہے۔ مگر جب وہ ان سب کی عزت اور جان و مال کی خاطر اپنی ناموس کی قربانی دے کر واپس آتی ہے تو اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، بلکہ بگھی کے سب مسافر کھانا کھاتے ہیں مگر اسے کوئی ایک نوالہ بھی دینے کے لیے تیار نہیں اور وہ بھوک کی وجہ سے سارا راستہ تڑپتی اور ان کی کم ظرفی پر آنسو بہاتی ہے۔ موپاساں کے نزدیک پاکیزگی کا تعلق جسم کی بجائے روح سے ہوتا ہے۔ جب کہ منٹو کے ہاں بے شمار کردار ایسے ہیں ۔جن پر الزبتھ کی چھاپ دکھائی دیتی ہے، مثلاً سوگندھی (ہتک)، زینت (بابو گوپی ناتھ)، سلطانہ (کالی شلوار)، جانکی (جانکی)، کلونت کور (ٹھنڈا گوشت)، موذیل (موذیل) اور گھاٹن (بو)۔ زینت ایک طوائف ہے مگر اس کا باطن پاک ہے۔ اس کا مزاج سادہ ہے۔ وفا شعاری اس کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ اس کی عادات ایک گھریلو عورت کی سی ہیں جن میں مشرقی حیاء، وضع داری اور خلوص ہے۔ منٹو کے تخلیقی تخیل کی ایک جھلک ''ہتک'' کی سوگندھی ہے جس کے دل میں اپنے ہمسایوں اور گاہکوں کے لیے ہمدردی اور محبت ہے۔ وہ اپنی ہمسائی کی مدد کرنے کے لیے اپنے اوپر بوجھ ڈالتی ہے اور گاہکوں کی جھوٹی محبت کو سچ تصور کر کے اپنے آپ کو ایک حسین فریب میں مبتلا کیے رکھتی ہے۔ سلطانہ اور کلونت کور طوائف ہوتے ہوئے بھی انسانی زندگی کے کئی لطیف اور فطری پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہیں۔ موذیل ایک آوارہ لڑکی ہے۔ وہ زندگی کے کسی مسئلے کو سنجیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتی۔ یہاں تک کہ محبت پر بھی بات نہیں کرتی مگر اپنے دوست، ترلوچن کی منگیتر کو بچانے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتی ہے۔

منٹو کے افسانے' لائسنس' کی ہیروئن نیتی کی قریب ترین مماثلت موپاساں کی الزبتھ (Ball of Fat) کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ مردانہ سماج میں ان جیسی عورتوں کا استحصال ہو رہا ہے۔ عورت ہونا ان کا جرم ہے۔ مرد اس کا خراج وصول کرتا ہے۔ الزبتھ اور نیتی کو سماج کے ٹھیکے دار پیشہ کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ دونوں باعزت طور پر زندگی گزارنا چاہتی ہیں مگر ان پر عزت وعصمت کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں ۔جیسے جسم فروشی ہی ان کا مقدر ہو۔ وہ برائی کو چھوڑ کر اچھائی کا راستہ اختیار کرنا چاہتی ہیں۔ مگر انھیں معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔

Madam Tellier موپاساں کے افسانوی ادب میں ایک اہم اور بڑا کردار ہے جو نائیکہ ہونے کے باوجود اپنے گاہکوں اور اپنی بار (یا کوٹھے) میں موجود لڑکیوں سے شفقت اور ہمدردی کا برتاؤ کرتی ہے، جب اس

کا بھائی جوزف اس کے ہمراہ آئی ہوئی لڑکی Rosa سے دست درازی کرتا ہے تو وہ اس سے بہت سختی سے پیش آتی ہے۔اس کی بار کا ماحول بالکل گھر جیسا ہے۔گاہکوں سے ناجائز منافع نہیں لیتی۔لڑکیوں کے آرام کا خیال رکھتی ہے اوران کی ہر تکلیف میں ان کی دل جوئی اور مدد کرتی ہے۔ممی ('ممی') بھی ایسا ہی ایک کردار ہے جو منٹو نے تخلیق کیا ہے، ثقافتی اور تہذیبی تفریق سے قطع نظر ممی کے اندر بھی ممتا کا جذبہ ہے اس کے کوٹھے پر موجود لڑکیاں اسے اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہیں ان کی حفاظت اسے دل و جان سے پیاری ہے، اپنے Clients کے دکھ درد میں بھی شریک ہوتی ہے ان کے ذاتی مسائل کے حل کے لیے اپنا تمام اثر ورسوخ استعمال کرتی ہے۔چڈے سے بہت محبت کرتی ہے۔اس کی بیماری میں اس پر ماں کی طرح اپنی ممتا نچھاور کرتی ہے مگر چڈہ کم سن فی لس کی عزت لوٹنا چاہتا ہے تو اسے زوردار تھپڑ مار کر گھر سے نکال دیتی ہے۔رام سنگھ کو عدالت میں بے گناہ ثابت کروانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ون کترے کی بیوی کا اسقاط ہونے پر ممی ہی اس کی جان بچاتی ہے اور جب تھیلما مہلک مرض کا شکار ہوتی ہے تو ممی ہی اس کا علاج کرواتی ہے۔منٹو کے الفاظ میں:

> ''ممی ۔۔۔کے پہلو میں ایسا دل تھا جس میں ان سب کے لیے ممتا تھی ۔۔اس میں شاید اتنی جسمانی قوت نہیں تھی کہ وہ سب کی ماں بن سکتی۔۔۔۔۔اس نے شفقت اور محبت کے لئے چند آدمی چن لیے تھے۔اور باقی ساری دنیا کو چھوڑ دیا تھا''۔(۷)

کچھ ایسا ہی موپاساں نے Madam Tellier کے بارے لکھا ہے۔

> "Madam had succeeded in giving her establishment such a respectable appearance; she was so amiable and obliging to every body; her good heart was so well known that she was treated with a certain amount of consideration. The regular customers spent money on her and were delighted when she was especially friendly towards them ". (8)

موپاساں کے افسانے 'Madam Tellier's Establishment' اور منٹو کے 'ممی' میں ایک مشترک قدر (بالترتیب) رافیلے اور فی لس کے کردار ہیں۔دونوں لڑکیاں کوٹھوں پہ موجود ہیں اور دونوں کے سراپے میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔

موپاساں کے افسانے 'میراث /Bequest' میں ہارٹس ایک ایسا کردار ہے جو محبت کی متلاشی ہے۔اسے ٹوٹ کر چاہنے اور چاہے جانے کی تمنا ہے۔اس کے دل کے نہاں خانوں میں تشنۂ محبت کا روگ ہے اس کا

شوہر سربس بظاہر ایک وجیہہ نوجوان ہے مگر محبت کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ جس نے ہارٹس کی محبت کو نہ تو تلاش کیا اور نہ ہی اس کی تسکین کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ وہ ایک ایسا مادہ پرست انسان ہے جس کا دل اور دماغ صرف دولت کے حصول میں لگا رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ انہیں ایک دوست مل جاتا ہے جس سے ہارٹس کی تشنہ آرزوئیں تسکین پانے لگتی ہیں۔

''ہارٹس کے چہرے کا رنگ مزید سرخی مائل ہو گیا یوں لگتا تھا کہ اس کی جلد نے گلال کا نقاب اوڑھ لیا ہے۔ اس کی گردن، ٹھوڑی، گالیں، ماتھا، کان کی لویں گرم ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں، بالائی ہونٹ کے کنارے کپکپانے لگے بھنویں کچھ ترچھی ہو گئیں اور پلکیں تیزی سے جھپکنے لگیں''۔(۹)

ہارٹس اپنے شوہر سے اسی دوست کی میراث کے بارے میں بحث کرتے ہوئے کہتی ہے۔

''فطری طور پر اس کے ذہن میں صرف میرا نام ہی آیا ہوگا کیونکہ جب بھی وہ کوئی تحفہ لے کر آتا تو ہر تحفہ میرے لیے ہوتا۔۔۔ وہ میرے لیے پھول لاتا۔ ہر مہینے کی ۵ تاریخ کو وہ میرے لیے کوئی زیور یا کوئی اور تحفہ لے کر آتا''(۱۰)۔

ہارٹس کے دل میں واڈک کی محبت اس قدر شدید ہے کہ وہ اس سے جدا ہو کر ہر وقت آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتی رہتی ہے۔ جبکہ منٹو کی شوشو بھی ایسی ہی محبت کی متلاشی ہے اسے اپنے جیون ساتھی کے روپ میں ایک ایسا شخص چاہیے جو اس کے حسن کی داد شاعری میں دے اور اس کے بدلے وہ اپنا سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کی خواہش رکھتی ہے۔

''میں اپنا جیون ساتھی کسی ایسے نوجوان کو بنانا چاہتی ہوں جو صرف عمر کے لحاظ سے جوان نہ ہو بلکہ اس کا دل و دماغ۔۔۔۔ اس کا رواں رواں جوان ہو۔۔۔۔۔ مجھے شاعر چاہیے جو میری محبت میں گرفتار ہو کر سرتاپا محبت بن جائے۔ جس کے ہر شعر میں صرف اور صرف میری تصویر ہو، جو میری محبت کی گہرائیوں میں گم ہو جائے۔ میں اسے ان تمام چیزوں کے بدلے میں اپنی نسوانیت کا وہ تحفہ دوں گی جو آج تک کوئی عورت نہ دے سکی۔''(۱۱)

پاؤلہ سویرنی موپاساں کا ہمیشہ زندہ رہنے والا کردار ہے، جوان بیٹے انٹنی کے قتل پر بے حس اور کھوکھلے سماج سے رحم کی اپیل کی نہ ہی کسی عدالت سے اپنے لیے انصاف مانگا کیونکہ اسے اپنی باقی ماندہ مختصر زندگی میں کہیں سے کسی انصاف کی امید نہیں۔ بلکہ وہ جرأت کا پیکر بن کر انتقام کے راستے پر چل نکلتی ہے اور اپنی کیتا سملی کے ذریعے قاتل کو سفا کی سے موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔

منٹو کے ہاں بھی ایسے کردار ملتے ہیں جو جذبات کی شدت میں اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ

اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہر حد سے گزرنے سے دریغ نہیں کرتے۔انہی کرداروں میں کلونت کور (ٹھنڈا گوشت) اور موذیل (موذیل) ہیں،کلونت کور اپنے عاشق اشیر سنگھ کی بے وفائی کو قتل سے بھی بڑا جرم گردانتے ہوئے اس کا گلا کاٹ دیتی ہے۔جبکہ موذیل ترلوچن کی محبت میں اس کی عزت (منگیتر) کو بچاتے ہوئے اپنی زندگی قربان کردیتی ہے، پاولہ سویرنی کے جذبۂ انتقام کی ایک ہلکی سی جھلک سراج (سراج) اور اس کی شدت شاہینہ (سرکنڈوں کے پیچھے) کے کردار میں دکھائی دیتی ہے۔

'Dowry' کا مرکزی کردار بیرومنٹ اپنی نو بیاہتا کو پیرس میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا جھانسہ دے کر اس سے جہیز کی تمام رقم لے لیتا ہے، وہ اسے سہانے خواب دکھاتا ہے، وکالت کا لائسنس حاصل کرکے دولت کمانے کا لالچ دیتا ہے، مگر پیرس آکر اسے بس میں بٹھا کر غائب ہوجاتا ہے اور لڑکی آنسو بہاتی ہے، اخلاق (عشق حقیقی) منٹو کا کردار ہے اس کی عمر 30 برس ہوچکی ہے مگر اسے شادی کے لیے کوئی لڑکی پسند نہیں، ایک دن اچانک سینما میں فلم دیکھتے ہوئے ایک لڑکی اچھی لگتی ہے، اس سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلتا ہے وہ اسے سنہرے مستقبل کے خواب دکھاتا ہے۔گھر والے رضامند نہیں ہوتے چنانچہ ایک دن اسے بھگا کر لے جاتا ہے مگر چند لمحوں میں ہی اس کے گلے سڑے مسوڑے دیکھ کر ان سے اٹھنے والی سڑاند سے متنفر ہو کر اسے اپنے کرائے کے مکان پر اکیلا چھوڑ کر ساہیوال چلا جاتا ہے اور لڑکی آنسو بہاتی رہ جاتی ہے۔

'انکار/The Shephard's Leap' میں موپاساں نے Priest کو فرانس کے مذہبی پیشواؤں کا نمائندہ بنا کر پیش کیا ہے یہ ایسا مذہبی طبقہ ہے جو انسان کے فطری تقاضوں کو فحاشی اور گناہ تصور کرتا ہے، ان کے نزدیک محبت گناہ ہے۔ان کے مزاج میں درشتگی اور سفاکی ہے۔ایسی پابندیاں عائد کرکے دراصل وہ اپنی چودھراہٹ قائم رکھتے ہیں اور اس سے ذاتی مفادات اٹھاتے ہیں۔چنانچہ یہ Priest (پادری) محبت کی مستی سے سرشار ایک نوجوان جوڑے کو لکڑی کی ٹرالی میں بند کرکے پہاڑ سے نیچے گرا کر ان کے ابدی ملاپ کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ دردِ زہ میں مبتلا کتیا کو چوتھا یا پانچواں پلا جنتے ہوئے گلا دبا کر اس لیے مار دیتا ہے کہ گاؤں کے بچے یہ فحش منظر دیکھ کر تالیاں بجا رہے ہیں۔موپاساں کے متعدد افسانوں میں پادریوں کے کردار ہیں جو دھوکہ دہی، لالچ، انسانوں سے نفرت ، ہوسِ زر اور نخوت و تکبر میں گرفتار دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی مثال اس کے افسانے 'The Christianing' اور 'The Patron' ہیں۔

کہنے کو تو مغرب مغرب ہے اور مشرق مشرق اور ان کے درمیان سات سمندر حائل ہیں ان کی تہذیبی اقدار ارفع اور ثقافت اعلیٰ ہے مگر غور کریں تو بے شمار قدریں جن سے تہذیب و ثقافت معرض وجود میں آتی ہے

مشرق ومغرب کے درمیان مشترک ہیں۔مثلاً مولوی کا کردار،منٹو کے ہاں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ موپاساں نے تصویر کیا ہے۔منٹو کے ہاں مولوی کی تشکیل انہی اجزاء سے ہوتی ہے جن سے موپاساں کے پادری کی ہوئی ہے،مثلاً حافظ حسن دین ایک بہروپیا ہے جوظفر شاہ کے ضعیف العقیدہ ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے،وہ رقم بٹورنے کے ساتھ اعلیٰ قسم کے کھانے بھی کھاتا ہے۔افسانے کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔

''اس نے حافظ صاحب کو روزانہ ایک مرغ کھلانا شروع کردیا،باداموں کی تعداد بڑھادی،دودھ کی مقدار بھی زیادہ کردی'' (۱۲)

افسانہ نگار نے روایتی مولوی کی منافقت کا پردہ چاک کیا ہے۔

'''پیر صاحب۔۔میرے حال پر کرم فرمایئے۔میری مراد کبھی تو پوری ہوگی یانہیں' ۔حافظ حسن دین نے بڑے پیرانہ انداز میں جواب دیا'ہوگی ضرور ہوگی۔۔۔ہم اتنے چلے کاٹ چکے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے ناراض ہیں۔۔تم نے ضرور اپنی زندگی میں کوئی گناہ کیا ہوگا''۔(۱۳)

اور یہی پیر صاحب اپنے مرید کو دھوکہ دے کر اس کی منگیتر کو بھگا کر لے جاتے ہیں۔

''حافظ صاحب نے کہا:

'''دیکھو ہم تم سے بہت خوش ہیں،آج ہماری طبیعت چاہتی ہے کہ تمہیں بھی خوش کردیں جاؤ بازار سے چار تولے نوشادر،ایک تولہ چونا،دس تولے شنگراف اور ایک مٹی کا کوزا لے آؤ۔۔جتنا اس کا وزن ہے اتنا ہی سونا بن جائے گا'۔ظفر شاہ بھاگا بھاگا بازار گیا،اور یہ چیزیں لے آیا ،جب اپنے وائٹ ہاؤس میں پہنچا تو کواڑ کھلے تھے اور اس میں کوئی بھی نہیں تھا،اوپر گیا تو معلوم ہوا کہ بی بی بلقیس بھی نہیں ہے''۔(۱۴)

مولوی کے کردار کا ایک نمونہ 'صاحب کرامت' میں پیش کیا گیا ہے،جس میں صاحب کرامت چوہدری موجو کی بیوی اور جوان بیٹی کی عزت لوٹ کر فرار ہوجاتا ہے۔

'مجرم/The Beggar' کا بھکاری یاس وحسرت اور بے چارگی کی تصویر ہے۔وہ ایک دن کا تھا جب نالے کے پاس پایا گیا۔کھیتوں اور چوراہوں میں پلا بڑھا،اس کا کوئی گھر تھا نہ ہی کوئی رشتہ دار،اگر کسی نے روٹی کا کوئی ٹکڑا دے دیا تو ٹھیک ورنہ اکثر بھوکا رہتا،ایسے میں کئی دن گزر جاتے،ایک بار جب وہ بہت دنوں سے بھوکا تھا اور دونوں گاؤں سے دھتکارا گیا تو ایک مرغی کو پتھر مار کر گرانے کے جرم میں پولیس کے حوالے کردیا گیا۔پولیس نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی بڑا مجرم ہے۔اسے کئی میلوں گھسیٹ کر پولیس اسٹیشن لے جایا گیا،اس کی نقاہت کو

مکاری سمجھا گیا وہ رات کو بھوک اور تھکن سے مر گیا۔

اس سے ملتی جلتی صورت حال ''جی آیا صاحب'' میں دکھائی دیتی ہے، قاسم لاوارث بچہ ہے جسے ایک افسر کے گھر میں کام کاج کے لیے رکھا گیا ہے، اس کی بیگم اس پر ظلم کرتی ہے، کام کی زیادتی سے تنگ آ کر وہ اپنے ہاتھ پر زخم لگا لیتا ہے، اسے گھر سے نکال دیا جاتا ہے ایک خیراتی ہسپتال میں اس کا بازو کاٹ دیا جاتا ہے کیونکہ اس کا زخم بڑھ کر ناسور بن چکا ہے۔

قاسم اور بھکاری کے کرداروں کا مجموعی تاثر ایک سا ہے۔ قاری سراسیمگی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ افسانہ نگاروں کا Treatment بھی اپنے اپنے کردار کے ساتھ ایک جیسا دکھائی دیتا ہے۔ فرق صرف زمانی بُعد اور تہذیب و ثقافت کی وجہ سے ہے۔ حاکم (بڑی عدالت/The Piece of String) سے ملتا جلتا کردار منٹو کے ہاں رام کھلاون ہے۔ دونوں کی مشترک قدر اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی شدید خواہش ہے۔ چنانچہ وہ چند الفاظ کی تکرار جا بجا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

''رسی کا ٹکڑا ہے، صرف رسی کا ٹکڑا''۔(۱۵)

اسی طرح

''ساعید شالیم ہمارا مہربان ہوتا۔۔۔ بیگم ہمارا جان بچایا ہوتا۔۔ جلاب سے ہم مرتا ہوتا ۔۔۔ وہ موٹر لے کر آتا''۔(۱۶)

'Who Can Tell?' اور 'He' موپاساں کے وہ افسانے ہیں جنہیں اس کی سرگزشت کہا جاتا ہے۔ 'He' میں اس کی Madness کی ابتدائی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ جب وہ اپنے گھر میں ایک اور شخص کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے۔ وہ اسے ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ کبھی، لکھنے والی میز پر، کبھی آرام کرسی پر، کبھی بیڈ پر تو کبھی واش روم یا ڈرائنگ روم میں۔ قریب جانے پر وہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔ جبکہ 'Who Can Tell?' میں افسانہ نگار مردم بیزار ہے۔ اسے لوگوں سے ڈر لگتا ہے وہ Asylum میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی اسے خوف ہے کہ Antiques Dealer اس کے سامنے آ جائے گا۔ David Coward نے لکھا ہے کہ

" 'Who can tell?' draws its Power from the strange forces which drove its Author into madness."(17)

موپاساں کی طرح منٹو بھی دو بار ذہنی پریشانی، ناآسودگی اور بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس کے اثرات اس کے چند کرداروں میں تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ جن میں 'ہتک' کی سوگندھی، 'نعرہ' کا خالد 'انقلاب پسند' کا سلیم، اور 'ٹوبہ ٹیک سنگھ' کا بشن سنگھ شامل ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر نگہت سلطانہ لکھتی ہیں:

''منٹو دوبارا اپنا ذہنی توازن کھو چکے تھے جس کے نتیجہ میں ان کے بیشتر کردار ہمیں نیورائی
یعنی اعصاب زدگی کا شکار نظر آتے ہیں اور اعصابی تناؤ جب شدت اختیار کر لیتا ہے تو ان سے بڑی
ابنارمل اور مخرب اخلاق حرکات سرزد ہوتی ہیں''۔(۱۸)

مگر حقیقت یہ ہے کہ منٹو حالات کی ستم ظریفی، دوستوں کی بے وفائی اور سماج کی زیادتی کی بنا پر مسلسل ذہنی دباؤ کا شکار ہوا جو اس کی کثرت شراب نوشی کا سبب بنا جس سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ان دنوں انٹی الکوحلک وارڈ بھی ذہنی مریضوں کے ہسپتال میں ہوا کرتا تھا۔اس لیے لوگوں نے اس کی شراب نوشی کو ترک کرنے کی اس کوشش کو ذہنی توازن بگڑنے سے تعبیر کر دیا۔حالانکہ منٹو اپنی زندگی کے آخری لمحات تک بقائم ہوش وحواس رہا۔اسے پاگل پن، ذہنی توازن بگڑنے یا یادداشت ختم ہونے کی کوئی شکایت کبھی نہیں ہوئی۔

حوالہ جات

1. Feignobof, The history of French People. Publishers Jonathan Cape, London, 1980. P.P351

۲۔ ممتاز شیریں، مضمون 'سعادت حسن منٹو اور فرانسیسی ادب نمبر' مشمولہ ''منٹو کیا تھا؟''، مؤلفہ غلام زہرا، برائٹ بکس لاہور، اشاعت اوّل ۲۰۰۳، ص ۴۱۵۔

۳۔ منٹو، سعادت حسن، مضمون ''موپاساں اور ٹالسٹائے کا نظریہ فنون لطیفہ''، ''ہمایوں'' فرانسیسی ادب نمبر برائے ستمبر ۱۹۳۵ لاہور، ص ۴۵۔

۴۔ منٹو، سعادت حسن، 'ہتک'، منٹو راما، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۴، ص ۹۱۸۔

۵۔ ایضاً، ص ۹۱۹۔

۶۔ منٹو، سعادت حسن، ''سراج''، منٹو راما، ص ۱۸۷، ۱۸۹۔

۷۔ منٹو، سعادت حسن، ''ممی''، منٹو نامہ، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۴، ص ۲۰۲۔

8. Maupassant , Best of Guy de Maupassant , Rupa Publishers, New Dehli 2003, P.168.

۹۔ موپاساں، افسانہ 'میراث'، مترجم ریاض قدیر، بحوالہ 'خواب گاہ'، المثال پبلیشرز فیصل آباد، ۲۰۰۹، ص ۵۵۔۵۶۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۰۔

۱۱۔ منٹو، سعادت حسن، 'شوشو'، منٹو راما، ص ۷۵۶۔

۱۲۔ منٹو، سعادت حسن، 'حافظ حسن دین'، منٹو کہانیاں، سنگ میل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴، ص ۵۵۸۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۵۸۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۶۰۔

۱۵۔ موپاساں، افسانہ 'بڑی عدالت'، بحوالہ خواب گاہ، ص ۴۹۔

۱۶۔ منٹو، سعادت حسن، رام کھلاون، منٹو راما، ص ۴۴۔

17. Guy de Maupassant. Madamoiselle Fifi and other Stoires , Oxford , New York 1993, back page.

۱۸۔ نگہت سلطانہ، ڈاکٹر، اردو افسانہ فنی و تکنیکی مطالعہ، بک وائز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۷۵۔

کتابیات

۱۔ اے۔بی اشرف/انوار احمد، ڈاکٹر، مرتبین ''منٹو کی بیس کہانیاں''، کاروانِ ادب ملتان، ۱۹۹۳ء۔

۲۔ انوار احمد، ڈاکٹر، ''اردو افسانہ۔ایک صدی کا قصہ''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء۔

۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، الفیصل پبلی کیشنز لاہور۔

۴۔ غلام زہرا، مؤلفہ، ''منٹو کیا تھا؟''، برائٹ بکس لاہور، اشاعت اوّل ۲۰۰۳۔

۵۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو کہانیاں، سنگ میل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴ء۔

۶۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو راما، سنگ میل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴ء۔

۷۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو نامہ، سنگ میل پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۴ء۔

۸۔ موپاساں، خواب گاہ، مترجم ریاض قدیر، المثال پبلیشرز فیصل آباد، ۲۰۰۹ء۔

۹۔ نگہت سلطانہ، ڈاکٹر، اردو افسانہ فنی و تکنیکی مطالعہ، بک وائز لاہور ۱۹۸۸ء۔

10. Feignobof, The history of French People. Publishers Jonathan Cape, London, 1980.

11. Guy de Maupassant. Madamoiselle Fifi and other Stoires, Oxford , New York 1993.

12. Maupassant , Best of Guy de Maupassant , Rupa Publishers, New Dehli 2003.

رسائل

۱۔ ''ہمایوں'' فرانسیسی ادب نمبر، لاہور، مرتب منٹو، سعادت حسن، ستمبر ۱۹۳۵ء۔
۲۔ نقوش (منٹو نمبر) لاہور، مرتب محمد طفیل، ۱۹۸۷ء۔

❁ ❁ ❁